مرثیہ درحال حضرت ابوالفضل العباسؑ

(بند ۱۷۰)

استاذ الاساتذہ نواب مولانا سید اصغر حسین فاخرؔ اجتہادی

(۱)

منزل غرب میں جب نیّر تاباں آیا
لوٹ کر یہ صفت گوہر غلطاں آیا
رنگ اڑانے کے لئے لعل بدخشاں آیا
ظلمت شام بڑھی وقت چراغاں آیا
نجم تھے سینۂ افلاک میں داغوں کی طرح
تارے روشن ہوئے گردوں پہ چراغوں کی طرح

(۲)

تختہ لالہ کا شگفتہ تھا کہ پھولی تھی شفق
شمع گل جس سے ہو وہ شمع قمر کی رونق
رنگ ہوکر مک شبتاب کا خجلت سے فق
ہیں دھرے انجمن نجم میں پریوں کے طبق
آپ افشاں ہوں ستارے کسی دلبر کے لئے
تارے بھی ٹوٹتے جاتے تھے نچھاور کے لیے

(۳)

خیمۂ اطلس شبگوں میں ہے روشن مہتاب
مثل قندیل مزین ہیں ستاروں کے حباب
طور سینا ہے بلندی میں نہیں اس کا جواب
ہیں شعاعیں یہ کواکب کی کہ خیمہ کی طناب
تیرہ و تار کبھی ہے تو کبھی روشن ہے
گل انجم سے کہیں رشک دہ گلشن ہے

(۴)

بے ستوں ایک یہ خیمہ ہے زمانہ میں بس
کوہ بھی جس کی بزرگی کے سبب سے ہیں قفس
فرش وہ جس سے ہو شرمندہ زری کے اطلس
ایسے خیمہ کو ملا عقد ثریا کا کلس
دوڑ کے اس کی طرف آپ قمر آتا ہے
چاند میں بھی تو یہی عکس نظر آتا ہے

(۵)

کچھ بڑھی اور اگر ابر سیہ کی ظلمت
اور یہی جلوہ گری کی ہوئی دونی صورت
روشنی کی ہوئی بیچوبہ میں تازہ حالت
برق نے آکے دو چند اور بڑھائی شوکت
پھیل کرتا بہ زمیں اس کی چمک جانے لگی
روشنی خیمہ میں بجلی کی نظر آنے لگی

(۶)

نور کے تار ہیں پُر ضو کہ طنابیں روشن
انہیں تاروں نے بہم ہوکے بنائی چلمن
صحن خیمہ گل انجم سے بنا ہے گلشن
ہے سوا کاکل پیچاں سے پر پیچ رسن
مرتبے یہ کسی گیسو کو نہیں حاصل ہیں
اس میں ٹوٹے ہوئے وابستہ ہزاروں دل ہیں

(۷)

تیرگی تا بہ زمیں پھیل کے اس کی آئی
ہرطرف گیسوئے لیلیٰ کی سیاہی چھائی
ماہ نے کوہ و بیاباں میں ضیا دکھلائی
شمع مہتاب سے گلشن نے بھی رونق پائی
بال بکھرادیئے سنبل نے بھی گیسو ہوکر
ذرۂ خاک اڑے باغ سے جگنو ہوکر

(۸)

اس بلندی وبزرگی کا ہے ہیچوبہ کہیں
سکنہ جس کے ہیں درگاہ الٰہی سے قریں
طائر نسر نے بھی اوج یہ دیکھا ہی نہیں
سطح پستی ہے یہ اس کا جسے کہتے ہیں زمیں
گیارہ برجوں میں ہراک برج بھی کاشانہ ہے
ربع مسکوں اسی خیمہ کا جلوخانہ ہے

(۹)

ایسے ہیچوبہ پہ قرباں ہیں بہ دل شمس وقمر
انتہا اس کی کسی کوبھی نہیں آئی نظر
کوہ بھی خیمہ کوچک ہیں اسی کے یکسر
اس کے رقبہ ہی کے حد میں ہیں زمانہ کے شجر
قمقمے نجم کے کیا جانے کوئی کتنے ہیں
خانہ باغ اس کا ہے گلزار جہاں جتنے ہیں

(۱۰)

پرتو نور قمر سے ہے زمیں بھی روشن
متصل نور کے ظلمت پہ بھی اک ہے جو بن
ہے سفید اورسیہ دشت وجبل کا دامن
کہیں تاریک ہے پرنور کہیں ہے گلشن
تختہ پھولوں کا کھلا ہے تو معطر ہے زمیں
کیا تماشہ ہے کہ گلشن کی مشجّر ہے زمیں

(۱۱)

اک زمیں اس کی بزرگی سے زیادہ ہے مگر
کعبۃ اللہ سے بھی ہے وہ شرف میں بہتر
ذکر سے مومن ودیندار نہ خوش ہوں کیوں کر
نام سنتے ہی محبت کا پڑے دل پہ اثر
واں کی تکلیف میں بھی لاکھ طرح راحت ہے
کربلا نام ہے دنیا کی یہی جنت ہے

(۱۲)

کیا ہو تکلیف یہاں خلد میں تکلیف کہاں
عیش وآرام کے اسباب فراہم ہیں یہاں
یاں کے خدّام کے خدّام ہیں حوروغلماں
صاف گلیوں میں ہے کیفیت باغ رضواں
کون سا گھر ہے جہاں اس کا نہیں سایہ ہے
اوج ورفعت میں ہراک نخل یہاں طوبیٰ ہے

(۱۳)

رتبہ اس ارض مقدس کو وہ حق نے بخشا
خاک مشہور یہیں کی تو ہوئی خاک شفا
ماورا اس کے ہے بیماری عصیاں کی دوا
اس زمیں نے یہ شرف کس کی بدولت پایا
ان کی توقیر وتجمل کا جہاں قائل ہے
مشہد سبط نبیؐ سے یہ شرف حاصل ہے

(۱۴)

اب ہوں کچھ رنج ومحن سید والا کے بیاں
کون سید جو ہیں سردار جوانان جناں
خامس آل عبا بنت نبیؐ کے دل و جاں
بیکس وتشنہ دہن،کرب و بلا کے مہماں
مانگنے پر بھی دم تشنہ دہانی نہ دیا
مرتے مرتے جنہیں اک بوند بھی پانی نہ دیا

(۱۵)

آتے ہی کرب و بلا میں ہوئے بیکس ہرچند
ہربلا میں رہے پر صبرورضا کے پابند
ظلم کرنے لگے مظلوم پہ وہ ظلم پسند
ہفتم ماہ محرم سے ہوا آب بھی بند
رونے لگتے ہیں عدو دیکھ کے احوال حسینؑ
جاں بلب اور تھے عاشور کو اطفال حسینؑ

(۱۶)

حالت اصغرؑ بے شیر زیادہ تھی خراب
تشنگی سے تھی پئے آب سکینہؑ بیتاب
پیاس کی آگ سے بچوں کے کلیجہ تھے کباب
لب اطفال پہ تھا سوزعطش سے آب آب
کمسنی سے جو سمجھتے تھے نہ انجاموں کو
دیکھ لیتے تھے اٹھا کر وہ تہی جاموں کو

(۱۷)

کہتی تھی بالی سکینہؑ مرے عمو ہیں کدھر
آج کیا ہے جو بھتیجی کی نہیں لیتے خبر
صورت ماہی بے آب ہے یہ دل مضطر
میں تو میں پیاس سے دم توڑ رہاہے اصغرؑ
ضعف میں بھی ہے تڑپنا اسی بیتابی سے
اب یہ بے شیر لب گور ہے بے آبی سے

(۱۸)

پیاس سے ہوتے ہیں اک آن میں ہم دونوں ہلاک
ناسمجھ وہ ہے مجھے حق نے دیا ہے ادراک
دل جلے سوزعطش سے تو ہے جینے پر خاک
یوں بڑھاطیش کہ آنکھیں بھی نہیں ہیں نمناک
اثر قحط سے قابو کوئی چلتا ہی نہیں
جوش گریہ میں بھی اک اشک نکلتا ہی نہیں

(۱۹)

میں یہ کہتی ہوں یونہی اور بڑھا طیش اگر
خشک ہوجائے گا خوں بھی تو ہے پھر جان کا ڈر
غیرممکن ہے کہ زندہ رہے دم بھر بھی بشر
ہے یہی قول حکیموں کا سناہے اکثر
کیا کہوں دیر کے ہونے سے قیامت ہوگی
اب بھی پانی نہ ملا گر تو وہ حالت ہوگی

(۲۰)

گھر میں خود آتے ہیں فرزند شہہ قلعہ کشا
ٹھہرے ڈیوڑھی میں بھتیجی کی سنی جبکہ صدا
غور سے سنتے رہے جو کہ سکینہؑ نے کہا
سخن یاس کے سنتے ہی کلیجہ تڑپا
آکے خیمہ میں پریشان جو پایا اس کو
لے کے آغوش میں سینہ سے لگایا اس کو

(۲۱)

بہر تسکین و تشفی یہ کیا ان سے بیاں
اتنی بے تاب پئے آب نہ ہوتم مری جاں
مشک لے کر سوئے دریا ابھی ہوتاہوں رواں
روک سکتی ہے مجھے غیظ میں کیا فوج گراں
لڑکے اس مشک میں دریا سے بھروں گا پانی
ابھی لاتاہوں تمہارے لئے ٹھنڈا پانی

(۲۲)

مشک دے کر یہ بیاں کرنے لگی وہ مضطر
جائیں جلدی سے پئے آب کہ پھنکتا ہے جگر
آئے ناموس میں ناگاہ شہؑ جن و بشر
داخل خیمہ ہوئے ساتھ پدر کے اکبرؑ
نگراں خم کئے افلاک سرو گردن ہیں
آج اک برج میں لوشمس وقمر روشن ہیں

(۲۳)

بیکسیٔ شہؑ دیں کا بھی یہاں کچھ ہو بیاں
قتل سب ہوگئے انصارؑ شہنشاہ جہاں
فوج اسلام میں باقی ہیں یہ دو اور جواں
سامنے جن کے ٹھہرتے نہیں شیران ژیاں
سیکڑوں کو بھی ظفر ان پہ نہ حاصل ہوئے
کیا کلیجہ ہے جو رستم بھی مقابل ہوئے

(۲۴)

شہؑ نے یہ حال سکینہؑ کا جو آکر دیکھا
یعنی مشکیزہ پئے آب چچا کو ہے دیا
رن میں جانے کو ہے آمادہ جری بہر وغا
شاہ کو دیکھ کے عباسؑ نے یہ عرض کیا
اس قدر صورت آئینہ تحیر کیوں ہے
وجہ کیا روئے مبارک کو تغیر کیوں ہے

(۲۵)

بولے بھائی سے بصد یاس شہؑ جن وبشر
آپ کا حال تو کچھ اورہی آتا ہے نظر
اسلحہ تن پہ سنوارے ہیں برے ہیں تیور
قصد کیا جنگ وجدل کا ہے جو باندھے ہو کمر
اب کوئی آن میں بھائی سے جدائی ہوگی
مشک کہتی ہے کہ دریا پہ لڑائی ہوگی

(۲۶)

عرض کی حضرت عباسؑ نے یاشاہؑ زماں
آپ بھی سنتے اگر بالی سکینہؑ کا بیاں
اشک بے ساختہ ہوتے رخ انور پہ رواں
آہ پُردرد کی پڑتی دل غمگیں پہ سناں
چاک مانند کتاں کے جگرودل ہوتے
ہے یقیں میری طرح آپ بھی بسمل ہوتے

(۲۷)

دل پہ قابو نہ رہا سن کے سکینہؑ کی فغاں
حال بے آبیٔ اطفال ہو کس طرح بیاں
سب سے ہے اصغرؑ بے شیر سوا تشنہ دہاں
مشک بھرنے سوئے دریا نہ ہوں کس طرح رواں
اب نہیں پیاس سکینہؑ کی گوارا مجھ کو
بے لڑے گھاٹ پہ کوئی نہیں چارا مجھ کو

(۲۸)

کیا کہوں جو ہے مرے قلب کی حالت مولا
دیکھی جاتی نہیں اطفال کی صورت مولا
صدوسی سال رہیں آپ سلامت مولا
دیجئے بہر خدا جنگ کی رخصت مولا
جلد منظور پئے آب ہے تدبیر مجھے
شاق ودشوار ہے اک آن بھی تاخیر مجھے

(۲۹)

ہوگئے بھائی کے اصرار پہ خاموش حضور
اور بیتاب ہوا ہجر سے قلب رنجور
حیف اکیلے ہوئے جاتے ہیں امام جمہور
وقت وہ کیا تھا کہ مختار جہاں تھا مجبور
روکتے بھائی کو کیا بیکس وناچار تھے آپ
ہونے والا تھا جو کچھ اس سے خبردار تھے آپ

(۳۰)

جبر کرکے دل بیتاب کو دے کر تسکیں
بولے بھائی سے بصد یاس شہ عرش نشیں
خیر بہتر کہ جدائی ہے مقدر میں یونہیں
صبر کرنے سے میں عاجز رہِ خالق میں نہیں
فکر پانی کی رہے تادم آخر بھائی
جاؤ دریا پہ خدا حافظ و ناصر بھائی

(۳۱)

مل کے بھائی سے گئے خیمہ کے باہر سرورؑ
باپ کے ساتھ چلے بادل محزوں اکبرؑ
ان کو یاں گھیر لیا اہل حرم نے آکر
آگے سب بیبیوں کے حضرت زینبؑ تھیں مگر
قطع امید ہوئی دل کی بصد یاس آئی
ساتھ بچوں کو لئے زوجۂ عباسؑ آئی

(۳۲)

ادب خواہر شبیرؑ سے خاموش تھے سب
رخ سے ایک ایک کے ظاہر تھا غم و رنج وتعب
جس سے مضبوط ہوں دل اسکی جدائی ہے غضب
سب کے پہلے یہ لگیں کہنے جناب زینبؑ
خاطریں الفتیں باہم تھیں مداراتیں تھیں
بھائیوں میں یہ بڑی دیر سے کیا باتیں تھیں

(۳۳)

عرض کی بالی سکینہؑ کے بیاں کی حالت
سن کے وہ حال ہوئے سخت پریشاں حضرت
بڑھ گئی اور مرے قلب حزیں کی حسرت
آخرش میں نے پئے جنگ طلب کی رخصت
رنج فرقت بھی سہا دل پہ شہؑ بے پر نے
ہوکے مجبور دیا اذن وغا سرورؑ نے

(۳۴)

کیا کہوں جو ہے مرے قلب حزیں کی حالت
پیاس بچوں کی بجھے یہ کوئی نکلے صورت
مشک بھر لاؤں میں دریا سے یہی ہے حسرت
دیجئے بہر خدا آپ بھی مجھ کو رخصت
روئے گا ایک جہاں میری جوانی کے لئے
جان دینی مجھے منظور ہے پانی کے لئے

(۳۵)

پانی لانے کی تمنا ہے مرے دل کو بڑی
ہو مگر یاس نہ کیوں سر پہ اجل بھی ہے کھڑی
اب مری جان حزیں کیسی کشاکش میں پڑی
بولیں زینبؑ کہ دکھائے نہ خدا ایسی گھڑی
برہنہ سر نہ کوئی ہوگا جو سر پر تم ہو
حافظِ عزتِ ناموسِ پیمبرؐ تم ہو

(۳۶)

مجھ سے اک روز بصد یاس یہ بابا نے کہا
قتل جب تشنہ دہن ہوگا یہ شبیرؑ مرا
قید کرکے تجھے تشہیر کریں گے اعدا
سن کے احوال اسیری یہ مجھے دھیان ہوا
خوں ہزاروں کا بہائیں گے وہ ذلت کے لئے
میرے اٹھارہ برادر ہیں حمایت کے لئے

(۳۷)

لے گئے تھے جو مجھے ضیغم اللہ خبر
آج افسوس مصیبت وہی آتی ہے نظر
شہؑ کا جز بھائی پسر کے نہیں کوئی یاور
اب جہاں سے ہے تمہارا بھی سوئے خلد سفر
بعد اکبرؑ کے جدا ہوئے گا سر بھائی کا
کوئی حامی نہیں اب فاطمہؑ کے جائی کا

(۳۸)

ظلم کیا کیا نہ کریں دیکھئے اعدا ہم پر
کیا عجب لوٹ لیں غدّار جو مال و زیور
ہے یقیں سر سے جو ہر ایک کے چھینیں چادر
راست کس طرح نہ ہو مخبر صادق کی خبر
دہشت قید سے دل سینہ میں تھراتا ہے
وقت اب میری اسیری کا چلا آتا ہے

(۳۹)

لیکن انساں رہے پابند رہ صبرو رضا
جائے عزت رہ خالق میں یہ ہے فخر کی جا
وہی توقیر ہے توقیر ہو جو پیش خدا
بھائی نے میری اسیری کا بھی وعدہ ہے کیا
شہؑ کو تعجیل ہے خود اپنی شہادت کے لئے
سب ہے منظور انہیں بخشش امت کے لئے

(۴۰)

وہی بھائی کی خوشی ہے کہ جو حق کی ہے رضا
بدل و جاں مری مرضی بھی وہی ہے بخدا
بولے عباسؑ بجا آپ نے ارشاد کیا
دیجئے آپ بھی اب صورت شہؑ اذن وغا
غم سہے ہجر کا ہمشیر بھی بھائی کی طرح
آپ بھی صبر کریں سید عالی کی طرح

(۴۱)

بھر کے اک آہ کیا دختر زہراؑ نے بیاں
صعب و دشوار ہے گو صدمہ و رنج ہجراں
لیکن اللہ یہ مشکل بھی کرے اب آساں
ہرمصیبت میں رہے صابر و شاکر انساں
جاکے سر جسم سے اعدا کے اتارو بھائی
خیر جو مرضیٔ اللہ،سدھارو بھائی

(۴۲)

جب کہ یہ زوجہ عباسؑ نے دیکھا احوال
بنت زہراؑ نے بھی دی رخصت میدان جدال
روکے کہنے لگی وہ باغم و اندوہ و ملال
اپنے بچوں کا بھی تم کو نہیں اس وقت خیال
کچھ دوائے دل بیمار توکرتے جاؤ
لے کے گودی میں انہیں پیار تو کرتے جاؤ

(۴۳)

بولے حسرت سے کہاں ہیں وہ مرے نورنظر
لپٹیں سینہ سے تو مضطر نہ ہو قلب مضطر
کھیلتے کھیلتے خود آئے وہ نزدیک پدر
ان کے دل پر بھی ہوا جوش محبت کا اثر
پیار کرنے لگے الفت سے بلاکر ان کو
دے دیا ماں کو کلیجہ سے لگاکر ان کو

(۴۴)

اٹھے جانے کو تو زوجہ نے کہا یہ روکر
دشت غربت میں مجھے چھوڑ کے جاتے ہوکدھر
پہلے صاحب کے میں مرتی تو بہت تھا بہتر
ٹھوکریں کھانے کو جیتی رہے یہ نوحہ گر
آپ کے بعد رہے گی نہ یہ عزت میری
کوئی سمجھے گا جہاں میں نہ حقیقت میری

(۴۵)

بولے عباسؑ رہو مرضیٔ حق پر شاکر
وہی حامی وہی حافظ ہے وہی ہے ناصر
آج جو رنج مصیبت ہے وہ سب ہے ظاہر
قید ناموس پیمبرؐ کو کریں گے کافر
زور انساں کا خرابیٔ مقدر سے نہیں
کوئی عزت میں سوا دختر حیدرؑ سے نہیں

(۴۶)

یہ اٹھے، ہاتھ سے دل تھام کے وہ بیٹھ گئی
بولے افسوس مرے دل کی نہ حسرت نکلی
آپ کے بعد نہ پوچھے گا کوئی بات مری
ہر سہاگن مرے سایہ سے پنہ مانگے گی
دیکھے گا چشم حقارت سے زمانہ مجھ کو
رانڈ بیوہ کا خطاب آج ملے گا مجھ کو

(۴۷)

وہ تو روتی رہی یہ خیمہ کے باہر آئے
ڈیوڑھی تک پیٹتے سب اہل حرم سر آئے
عازم جنگ جو عباسؑ دلاور آئے
شک دلیروں کو ہوا حیدرؑ صفدر آئے
رعب و ہیبت سے جگر سینوں میں تھراتے ہیں
تیوریاں کہتی ہیں میداں میں علیؑ آتے ہیں

(۴۸)

لائے خدام بہ تعجیل فرس کو یکبار
آئے کس شان و تجمل سے یہ پیش رہوار
جلد یوں زیں پہ ہوا جلوہ فگن یہ جرار
آنکھ اٹھاتے ہی نظر آئے یہ مرکب پہ سوار
بیٹھے جب شان سے یہ ضیغم یزداں کی طرح
بن کے رہوار چلا تخت سلیماںؑ کی طرح

(۴۹)

جب تو سو جان سے ہیں چال پہ پریاں قرباں
نازو انداز کے رفتار پہ کیا ہیں نازاں
دل کو پامال کرے خود ہے یہ دل کا ارماں
فرش کرتی ہیں ہر اک گام پر آنکھیں پریاں
گردشیں کاوے میں آنکھوں کی طرح بیشک ہیں
پتلیاں بھی دبے قدموں سے لگی ابتک ہیں

(۵۰)

اترے گھوڑے سے جب آئے شہؑ والا کے حضور
عرض کی سب سے رضا مل گئی یاشاہ غیور
ایک ہے اور ابھی حسرت قلب رنجور
آرزو پوری کرے یہ بھی خداوند غفور
ناوک موت کا دم بھر میں نشانہ میں ہوں
چوم لوں ہاتھ تو میداں کو روانہ میں ہوں

(۵۱)

فرط الفت سے بڑھ آئے شہؑ دیں ان کے پاس
لب اقدس پہ یہ آئے سخن حسرت و یاس
ہائیں! کیا کہتے ہو یہ اے مرے بھائی عباسؑ
ایسی باتوں سے مجھے ہوتا ہے کچھ اور ہراس
دل ہے بیتاب مرا آؤ برادر سے ملو
آرزو ہے کہ گلے آج برابر سے ملو

(۵۲)

جوڑ کے ہاتھ کہا یہ نہیں خادم کی مجال
ہاں مگر ہے مجھے حکم شہؑ والا کا خیال
جب گلے جھک کے ملے بھائی سے بارنج وملال
شہؑ نے سینہ سے لگایا انہیں بالطف کمال
صدمہ ہجر سے منہ آنسوؤں سے دھوتے تھے
شہ ادھر روتے تھے عباسؑ ادھر روتے تھے

(۵۳)

بھائیوں کو غم ہجراں تھا نہایت دشوار
تیغ فرقت نے کئے دونوں کلیجے افگار
شہؑ کے دل کو تھا نہ عباسؑ کے دل کو تھا قرار
آگیا دونوں کی فرقت کا زمانہ یکبار
ان کے سینہ سے جدا ہو کے بصد یاس چلے
دست شہؑ چوم کے میدان کو عباسؑ چلے

(۵۴)

آئے روتے ہوئے حضرت بھی قریب رہوار
بولے عباسؑ (کہ) اے نیر افلاک وقار
عزت افزائی یہ خادم کے لئے ہے بسیار
اب نہ تکلیف کریں سبط رسولؐ مختار
اس توجہ پہ فدائے شہؑ ابرار ہوں میں
آپ جائیں تو پھر اس رخش پہ اسوار ہوں میں

(۵۵)

بولے شبیرؑ یہ تکلیف نہیں راحت ہے
عالم حسرت وحیرت ہے دم غربت ہے
وہی آگاہ ہے جس حد کی مجھے الفت ہے
کیا کہوں آپ کا جو رنج وغم فرقت ہے
عمر بھر اب نہ زمانہ میں تمہیں پاؤں گا
کرکے اسوار فرس پر بھی چلا جاؤں گا

(۵۶)

حکم شہؑ سے ہوئے ناچار یہ گھوڑے پہ سوار
اذن پاکے یہ چلے سوئے سپاہ غدار
تھے قریب آپ تو آہستہ بڑھایا رہوار
آئی ٹاپوں کی بھی آواز نہ، کیا ذکر غبار
ناز و انداز سے اس طرح پری بھی نہ چلے
یوں نزاکت سے نسیم سحری بھی نہ چلے

(۵۷)

اب ہے منظور مجھے کچھ ہو بیان رہوار
بڑھ کے دوچار قدم لی جو عنان رہوار
ہوگئی اور ہی کچھ شوکت و شانِ رہوار
تیز آندھی سے بھی اہون تھا گمان رہوار
گرتی صرصر بھی تھپیڑوں سے تو کچھ دور نہ تھا
ساتھ اپنے بھی ہوا کا اسے منظور نہ تھا

(۵۸)

چاہتا تھا کہ اسے میں بھی گراکر چھوڑوں
اس ہواکو کروں پامال جدھر منہ موڑوں
اپنی ٹاپوں سے سرکوہ کو چڑھ کر توڑوں
پیاس میں اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑوں
اپنے کاوے سے میں گرداب کے ہالے توڑوں
جاکے دریا پہ حبابوں کے پیالے توڑوں

(۵۹)

کلغی سر پر ہے مرے بال ہما کی صورت
دشمن آل کی سوتن ہوں قضا کی صورت
پھروں گلزار میں سبزہ پہ صبا کی صورت
جادۂ موج پہ جاؤں میں ہوا کی صورت
ہوگا ہمسر نہ تگ و دو میں چھلاوامیرا
ساتھ گرداب کے ہو بحر میں کاوا میرا

(۶۰)

منتشر یال ہے پھیلے ہوئے گیسو کی طرح
آنکھیں ابلی ہوئی پرُشوخ ہیں آہو کی طرح
دوڑتا جب ہے یہ چلتے ہوئے جادو کی طرح
ذرے اڑتے ہیں چمکتے ہوئے جگنو کی طرح
رم غزالان ختن سے ہے علاوہ اس کا
گردش چشم فسوں ساز ہے کاوا اس کا

(۶۱)

ہر قدم ٹھوکریں میداں میں ہوا کھاتی ہے
ساتھ چلتی ہے تو گرنے کی سزا پاتی ہے
جان پریوں کی اداؤں پہ چلی جاتی ہے
جب یہ اڑتا ہے عجب سیر نظر آتی ہے
شعبدہ باز کوئی اس کی تگ ودو دیکھے
آج بالائے ہوا چار مہ نو دیکھے

(۶۲)

نازکی جلد کی گل سے بھی زیادہ ہے کہیں
یاسمن جس پہ ہے قربان تصدق نسریں
رنگ وہ رنگ کہ پھولوں کی قباؤں میں نہیں
رشک گلزار، گلِ نقشِ قدم سے ہے زمیں
نعل کے چاند چمکتے ہوئے چاروں دیکھے
پھول بکھرے ہوئے میداں میں ہزاروں دیکھے

(۶۳)

رکھتا جائے انہیں پھولوں پہ جو کاوے میں قدم
رنگ بھی برگ گل تر کا زیادہ ہو نہ کم
تیزیٔ بادصبا سے تو یہ ہوئیں برہم
گر، یہ دوڑے بھی تو ہوں اور شگفتہ اس دم
یہ وہ گھوڑا ہے جو مردم کی نظر پر چڑھ جائے
اس کی رفتار سے پھولوں کا تبسم بڑھ جائے

(۶۴)

ہیں سبک چال کے اوصاف رقم یہ ادنا
آب بھی ساغر لبریز سے چھلکے نہ ذرا
دوڑنے میں بھی صدا ہو نہ سموں سے پیدا
وہ نزاکت کہ نہ میلی ہو گلوں کی بھی قبا
پیچ میں اس کے غزالان ختن بھی نہ پڑیں
دامن پیرہن گل پہ شکن بھی نہ پڑیں

(۶۵)

وسعت عرصۂ عالم کو بھی کم پاتا ہے
تنگیٔ دشت کا لاریب وہ غم کھاتا ہے
ہر قدم جھومتا مستوں کی طرح جاتا ہے
کھیلتا صورت اطفال چلا آتا ہے
گرد ساں پیچھے رہے آگے نہ چلنے پائے
ضد یہی ہے کہ نہ سایہ بھی نکلنے پائے

(۶۶)

سر اٹھائے ہوئے میدان میں جاتا کیوں ہے
سبکی رفتار کی پریوں کو دکھاتا کیوں ہے
بار بار اپنے دہانے کو چباتا کیوں ہے
کچھ تو برہم ہے بگڑتا ہوا آتا کیوں ہے
جانتا حق ہے مگر دعویٰ باطل اپنا
اپنے سائے کو سمجھتا ہے، مقابل اپنا

(۶۷)

پہنچے میداں میں اڑاتے ہوئے ناگاہ فرس
ہاتھ اٹھا کر کہا جرار نے رہوار سے بس
ہے بھری تیز روی کی جو ابھی دل میں ہوس
روکا غازی نے تو بھرنے لگا وہ سرد نفس
دھیان رفتار کے کیا جانے اسے آتے تھے
بے اٹھائے قدم آگے کو اٹھے جاتے تھے

(۶۸)

روکتا تھا اسے چمکار کے پھر یہ صفدر
ہو کے بیچین وہ رک جاتا تھا ناچار مگر
وہی غصہ کا بگڑنا وہی بد تھے تیور
سر جھکاتا تھا کبھی غیظ میں برہم ہوکر
گہہ چباتا تھا دہانے کو غضب میں آکے
خاک پر ٹاپ لگاتا تھا کبھی جھنجھلا کے

(۶۹)

یہ فرس وہ ہے کہ جس کا نہیں عالم میں نظیر
بعد دلدل کے زمانہ میں ہے اس کی توقیر
ساتھ چلنے کی ہوا کو نہیں بنتی تدبیر
ہوگئی دشت نوردی کی سند بھی تحریر
اس کی رفتار کا محضر ہے زمیں صحرا کی
صفحہ خاک پہ مہریں ہیں نشانِ پا کی

(۷۰)

پیک نے دی پسر سعد کو ناگہ یہ خبر
رن میں آتا ہے پئے جنگ علیؑ کا دلبر
اپنے حملوں سے کرے گا یہ سپہ زیروزبر
یہی غازی ہے علمدار سپاہ سرورؑ
اس قوی تن سے لڑے ایک میں یہ جان نہیں
جنگ اس شیر دلاور سے کچھ آسان نہیں

(۷۱)

ہو نہ کیوں شیر، کہ ہے شیر الٰہی کا پسر
اس کی ہیبت سے لرزتے ہیں دلیروں کے جگر
سامنے اس کے اٹھاتے نہیں سرخیرہ سر
ہے اسی کا تو پدر فاتح باب خیبر
بندوبست سپہ شام بگاڑے یہ بھی
دور کیا ہے در کوفہ جو اکھاڑے یہ بھی

(۷۲)

رخ سے کیا نور قمر جلوہ نما ہے دیکھو
رعب وہیبت ہے جدا، شان جدا ہے دیکھو
دبدبہ صورت ضرغام خدا ہے دیکھو
ایک مشکیزہ بھی رایت میں بندھا ہے دیکھو
فرق ارادے میں بہادر کے نہ کچھ آئے گا
مشک بھرنے کو ترائی میں جری جائے گا

(۷۳)

یہ جری کھوئے گا اس فوج کا سب ظلم وجور
یہ ہے عباسؑ علیؑ کوئی بہادر نہیں اور
بات تشویش کی ہے اس میں مناسب ہے یہ غور
ہے نظر اس کی ابھی سے سوئے دریا بے طور
مشک وابستہ نشاں میں ہے نشانی کے لئے
ندّیاں خوں کی بہائے گا یہ پانی کے لئے

(۷۴)

پیک سے یہ پسر سعد نے جھنجلا کے کہا
مل گیا کیا تجھے کرتا ہے جو یہ مدح وثنا
رغبت جنگ دلاتے ہیں وہ جو ہیں دانا
اپنے لشکر کو ڈراتا ہے نہیں عقل ذرا
فوج کے بھاگنے کی آپ بنا کی تونے
قید ہوئے گا جو پھر مدح وثنا کی تونے

(۷۵)

سب سے بڑھ کر ہے جری کیا یہ علیؑ کا دلبر
اس سے بہتر ہیں مری فوج میں اشجع اکثر
جان جائے گی نہ ہاتھ آئے گا اک جام مگر
خود وہ پچھتائے گا دریا کا کیا قصد اگر
ساغر عمر نہ وہ خون تمنا سے بھریں
حشر برپا ہو اگر مشک کو دریا سے بھریں

(۷۶)

بڑھ کے لاکھوں سے لڑے یوں کوئی انسان نہیں
کس کو کہتے ہیں جری کچھ تجھے پہچان نہیں
ہوں ہزاروں سے سوا زور میں یہ جان نہیں
مشک اس نہر سے بھرنی کوئی آسان نہیں
خون میں اپنے نہالے یہ تمنا آئے
جان سے ہاتھ کو دھوکر لب دریا آئے

(۷۷)

فوج کو اپنی میں دیتا ہوں ابھی حکم وغا
اسی میداں میں ہو اس شیر کا سرتن سے جدا
غم میں بھائی کے کمر ہوگی شہ دیں کی دوتا
قتل سب مل کے کرے گا اسے لشکر میرا
آرزو ہی رہے اس مشک کے بھرلانے کی
آئے نوبت ہی نہ دریا کی طرف جانے کی

(۷۸)

سن کے یہ پیک نے افسر سے کہا کیا کہنا
مشک بھرنے کا قلق آپ کو ہوگا سہنا
مثل تصویر کے خاموش نہ اس دم رہنا
سہل عباسؑ دلاور کا نہیں خوں بہنا
رن میں ثابت قدمی چاہئے لشکر کے لئے
گردنیں سیکڑوں کٹ جائیں گی اک سر کے لئے

(۷۹)

ختم جس وقت ہوئی پیک و عمر کی تقریر
ناگہاں فوج کو یہ حکم لگا دینے شریر
جائے میداں کو پئے جنگ نہ اب ہو تاخیر
سنتے ہی بہر وغا رن میں بڑھے وہ بے پیر
یہ فرحناک بڑھے اور وہ دل تنگ بڑھے
آپ بھی چھیڑ کے رہوار پئے جنگ بڑھے

(۸۰)

فوج کے پاس جو پہنچا تو یہ غازی نے کہا
جانتے ہو مجھے میں کون ہوں اے اہل جفا
میں علیؑ کا ہوں پسر نام ہے عباسؑ مرا
لڑ کے میدان میں جاؤں گا میں سوئے دریا
رن میں دشوار ہے دم بھر بھی ٹھہرنا مجھ کو
مشک دریا سے اسی وقت ہے بھرنا مجھ کو

(۸۱)

تیغیں کھینچے ہوئے نزدیک جب آئے غدار
آپ بھی ہوگئے میداں میں وغا پر تیار
غیظ میں ہاتھ بڑھا جانب پہلوئے یسار
ساتھ ابرو کے کھنچی میان سے تیغ خمدار
باڑھ دکھلاتی ہوئی غیرت لیلیٰ نکلی
میان کو کاٹتی شمشیر شرر زا نکلی

(۸۲)

میان سے نکلی کس انداز سے وہ کج رفتار
موت کرنے لگی غدار کی جانوں کو نثار
تن سیہ رو کے جلانے لگی وہ برق شعار
گرم ہونے لگا میداں میں اجل کا بازار
آگ بھڑکی تھی کلیجوں میں لہو جلتے تھے
ٹھنڈے ہوہو کے جہنم میں عدو جلتے تھے

(۸۳)

تیغ کی آنچ سے ڈھالیں ہوئیں جل جل کے سیاہ
شعلہ ور جب ہوئی تلوار جلی رن میں گیاہ
آتشیں ہر دل سوزاں سے نکلتی تھی آہ
ناریوں کو کہیں ملتی نہیں جلنے سے پناہ
دونوں عالم میں نتیجے ہیں برے کافر کے
زیست میں تیغ سے جلتے ہیں سقر میں مر کے

(۸۴)

تابش وحدت خورشید کا کیوں کر ہو بیاں
آج تک گرمئ عاشور ہے مشہور جہاں
بڑھ گئی قصد ہی سے سوزش قلب سوزاں
ڈر ہے تحریر سے جل جائے نہ خامہ کی زباں
شعلے بھی صفحہ قرطاس سے جل جل کے اٹھے
ہاتھ جلتے ہوئے کتاس سے جل جل کے اٹھے

(۸۵)

اور بھی تیز ہوئی گرم ہوئی جب تلوار
دشت سے گرم دھوئیں کی طرح اٹھتا ہے غبار
گرد چھائی صفت ابر، برستی ہے نار
ہوگیا سارا جہاں آنکھ میں تاریک وتار
گرم اٹھتی ہے ادھر گرد جدھر مڑتے ہیں
ذرے بن بن کے پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں

(۸۶)

ذرے جلتے ہیں بیاباں کے پتنگوں سے سوا
سوکھے اشجار بھی، لوکا کوئی جھونکا جو چلا
پتھروں کے بھی چٹکنے کی صدا ہے پیدا
کوہ وصحرا کی طرح گرم ہے دریا کی ہوا
غیر ممکن ہے بروبحر میں ٹھنڈا پانی
پڑگئے چھالے حبابوں کے یہ کھولا پانی

(۸۷)

گل ہیں مرجھائے ہوئے خشک ہیں برگ اشجار
ثمر خام جو تھے ہوگئے پختہ یکبار
موت بلبل ہے خزاں دیدہ جو ہیں سب گلزار
پھر ہوکیا دشت میں باغوں میں نہیں جبکہ بہار
سب صفت لالہ کو ہی ملتی ہے انگاروں کی
خشک کانٹا ہوئی یوں سوکھی زباں خاروں کی

(۸۸)

دھوپ سے جل کے ہوئیں لال زرہ کی کڑیاں
چار آئینہ بھی گرمی سے بہت ہیں حیراں
گرم ومعکوس یہ تنور ہے یاخودِ گراں
ذکر تیغوں کا ہو کیا آپ ہیں وہ شعلہ فشاں
کیا اٹھائے کوئی ہاتھوں سے تبر جلتے ہیں
مرغ تیر اڑ نہیں سکتے ہیں کہ پر جلتے ہیں

(۸۹)

اڑ گیا رنگ سپر دھوپ سے مانند دخاں
ہوگیا خشک حرارت سے دہانِ پیکاں
پر کو کھولے ہوئے کھاتا ہے ہوا زاغ کماں
خنجروں کے بھی دہن سے نکل آئی ہے زباں
آگ دہکی ہوئی آلاتِ وغاسارے ہیں
پھول ڈھالوں کے نہیں چار یہ انگارے ہیں

(۹۰)

جنگ میں دامن صمصام سے لو چلتی ہے
پنکھا رایت کے پھریروں کا ہوا جھلتی ہے
تیغ کیوں آگ نہ ہو منھ پہ لہو ملتی ہے
کرۂ نار ہے گویا یہ زمیں جلتی ہے
گرم رو اسپ ہے اڑتا ہے شرارے کی طرح
آتش ریگ پہ تھمتا نہیں پارے کی طرح

(۹۱)

صفت برق جو گرتی ہے سروں پر تلوار
جل کے ہوتے ہیں سیہ اور تن ظلم شعار
آب شمشیر سے کچھ اور بھڑکتی ہے نار
زخم سے گرم لہو کے بھی نکلتی ہے دھار
دامن تیغ سے جب گرم ہوا آتی ہے
دہن زخم سے اف اف کی صدا آتی ہے

(۹۲)

دل میں اس کے نہیں کینہ دل کافر کی طرح
صاف رہتی ہے یہ باطن میں بھی ظاہر کی طرح
اپنے مالک کی مدد گار ہے ناصر کی طرح
ہیں گراں قدر یہ جوہر بھی جواہر کی طرح
اضطراب ایسا نہ بجلی میں نہ سیماب میں ہے
خون میں بھر کے ہے یاقوت، گہر آب میں ہے

(۹۳)

کبھی جاتی نہیں اس تیغ کی خالی رفتار
دل ہلادیتی ہے سینہ میں خیالی رفتار
سر پہ چلتے ہی نہ کیوں کر ہو یہ عالی رفتار
چال اس کی ہے انوکھی تو نرالی رفتار
تیغ آگاہ ہے کیا سحر کے اسرار سے بھی
تیز ہے چال میں بے پاؤں کے رہوار سے بھی

(۹۴)

مثل معشوق دل آزار ہے اس کی بیداد
سیکڑوں چال میں کرتی ہے طریقے ایجاد
ظلم میں صورت مریخِ فلک ہے جلاد
آسمانوں کی بھی ہے جور و جفا میں استاد
گردنیں کاٹ کے کس کس کو قلق دیتی ہے
جان لینے کا اجل کو یہ سبق دیتی ہے

(۹۵)

آتشیں (گرچہ) طبیعت نہیں رکھتی ہے پری
آگ میں آب ہے اور آب میں ہے آگ بھری
کیوں نہ آئینہ ہو، ہے گرد کثافت سے بری
اس کے دامن کی ہوا خود ہے نسیم سحری
پھل سے اس تیغ کے کیا کیا نہ ثمر ملتے ہیں
اس کے جھونکوں سے گل زخم بدن کھلتے ہیں

(۹۶)

بادپا میں نہ ہو کس طرح ہوا کی طاقت
دامن تیغ میں ہے باد فنا کی طاقت
نگہ غیظ میں ہے تیر قضا کی طاقت
دست عباسؑ میں ہے دست خدا کی طاقت
ڈر سے رودار کے منہ پر بھی ہوائی چھوٹے
تھام لیں یہ تو نہ شیروں سے کلائی چھوٹے

(۹۷)

فوج روباہ پہ جب شیر بڑھا شیرانہ
خوف سے بحر میں گرتا تھا کوئی دیوانہ
شمع شمشیر پہ روحیں بھی ہوئیں پروانہ
کوچۂ زخم میں آتا ہے نظر ویرانہ
اس کا سایہ بھی جراحت کے لئے مشک ہوا
گرمیٔ تیغ سے زخموں کا لہو خشک ہوا

(۹۸)

صف سے روباہ پئے جنگ نکلتے ہی نہیں
جانب دشت وغا پاؤں بھی چلتے ہی نہیں
خاک پر زیں سے گرے جو وہ سنبھلتے ہی نہیں
ٹھنڈے بھی ہوتے ہیں میدان میں جلتے ہی نہیں
آب و آتش کے تماشے یہ دکھاتی بھی ہے
سرد بھی کرتی ہے تلوار جلاتی بھی ہے

(۹۹)

سر پہ چلتی ہے جو کاٹھی سے جدا ہوتی ہے
زہر زخموں کے لئے اس کی ہوا ہوتی ہے
ساتھ ساتھ اس کے لڑائی میں قضا ہوتی ہے
جان لیتی ہے قیامت کی ادا ہوتی ہے
موت سے کم کبھی بیداد گری میں بھی نہیں
ناز و انداز یہ معشوق پری میں بھی نہیں

(۱۰۰)

ابتری تیغ علمدار سے ہے لشکر کی
کاٹ دیتی ہے یہ بڑھ بڑھ کے زباں خنجر کی
آبرو اس کی چمک سے نہ رہی مغفر کی
خاک میں مل گئی تقدیر سرافسر کی
سر میں جو کبر کے نشہ تھے وہ کافور ہوئے
ٹاپیں گھوڑوں کی پڑیں کاسۂ سر چور ہوئے

(۱۰۱)

زخم شمشیر سے سالم نہ کوئی تھا پہلو
سر تھے تیروں کے جدا اور کماں کے بازو
تیغ ساں جو تھے کشیدہ وہی کاٹے ابرو
صرف فریاد تھے پرچم کے پریشاں گیسو
متردد تھا عمر فوج گراں کی خاطر
خود علم ہاتھ اٹھائے تھے اماں کی خاطر

(۱۰۲)

ان کے حملوں سے قیامت تھی بپا لشکر میں
جان لڑنے کی نہ طاقت تھی زرا لشکر میں
ساتھ تلوار کے پھرتی تھی قضا لشکر میں
ناگہاں خوف سے یہ شور اٹھا لشکر میں
بھاگتے خود سے نہیں اس کی قسم کھاتے ہیں
ہم ہیں مجبور قدم آپ اٹھے جاتے ہیں

(۱۰۳)

ساقیا ہاں مئے گلرنگ عطا کر مجھ کو
دے کوئی آج چھلکتا ہوا ساغر مجھ کو
کرنہ سیراب یہاں بہر پیمبرؐ مجھ کو
مئے کوثر سے چھکادے لب کوثر مجھ کو
بات غفلت کی نہیں کام ہے ہشیاری کا
ساتھ حوروں کے بڑا کیف ہے میخواری کا

(۱۰۴)

آتش تر صفت شعلہ لپک دے ساقی
موج وہ اوج مجھے تابہ فلک دے ساقی
پھول وہ ہو جوگل ترکی مہک دے ساقی
رطب باغ جناں بہر گزک دے ساقی
لادے انگورِ بہشتی کی کشیدہ مجھ کو
سکر جس مے کا کرے مرد گزیدہ مجھ کو

(۱۰۵)

میکشی میکدۂ دہر میں مجھ کو ہے حرام
کچھ غرض مجھ کونہیں ساغر و مینا ہو کہ جام
میکش و ساقی و میخانہ کو یاں کیا ہے قیام
دے وہ بادہ مجھے جس کا رہے نشہ بھی مدام
آنکھیں مشتاق رہیں دیدۂ ساغر کی طرح
جوش زن طبع رہے چشمہ کوثر کی طرح

(۱۰۶)

مے کشی کا ہے مزاجب کہ ہو دلبر کوئی
کوئی مقداد ہو میخوار ابوذر کوئی
دے بہ اصرار چھلکتا ہوا ساغر کوئی
جام پر جام دئے جائے برابر کوئی
کوئی تصویر بھی آئینۂ زانومیں ہو
بزم آراستہ ہو حور بھی پہلو میں ہو

(۱۰۷)

گہہ پھریں قصر میں گہہ باغ جناں میں آئیں
اطعمہ کھائیں کبھی اورکبھی میوے کھائیں
بادہ خواری کے لئے گہہ سوئے کوثر جائیں
جونہ پائے تھے مزے آج مزے وہ پائیں
جس طرف آئیں ٹہلتے ہوئے آزاد آئیں
کبھی بھولے سے نہ دنیا کے مزے یاد آئیں

(۱۰۸)

پاک و پاکیزہ و شفاف صفا دے مجھ کو
درد عصیاں کو جو کھوئے وہ دوا دے مجھ کو
مرر ہاہوں میں جدائی سے جلادے مجھ کو
ہاں خمِ بادۂ عرفانِ خدا دے مجھ کو
اس مسرت سے مرا غنچۂ دل کھل جائے
جھوٹی مے ساقی کوثر کی مجھے مل جائے

(۱۰۹)

آپ نے دشت وغا سے جو بھگایا لشکر
آ گیا شیر کو دریا کا کنارا بھی نظر
پیاس بچوں کی جو یاد آئی پھٹا غم سے جگر
دل نے یہ حکم دیا جلد چلو دریا پر
مشک بھرنے میں مدد مدنظر تھی رب کی
پھیردی جلد سوئے بحر، عناں مرکب کی

(۱۱۰)

غدر برپا تھا تلاطم تھا بپا لشکر میں
ہیبت شیر سمائی تھی دل افسر میں
کس نہ تلوار میں ان کی تھا نہ دم خنجر میں
مثل دریا کے اٹھا شور یہ فوج شر میں
اب مقدر ہمیں کیا دیکھئے دکھلاتا ہے
مشک بھرنے کو ترائی میں جری جاتا ہے

(۱۱۱)

مطمئن جانب دریا یہ چلا شیرِ ژیاں
گھاٹ پر جو تھی حفاظت کو کھڑی فوج گراں
اس کے افسر سے عمر نے یہ کیا بڑھ کے بیاں
دیکھ آتا ہے سوئے بحر یہ مرد میداں
لب ساحل بھی یہ ضیغم نہ ٹھہرنے پائے
مشک دریا سے خبردار نہ بھرنے پائے

(۱۱۲)

سن کے حکم پسر سعد شقی وہ مکار
اپنے لشکر سے مخاطب یہ ہوا ظلم شعار
آگے بڑھ کے وہیں اس شیر کو روکیں جرار
آنے پائے لب دریا نہ دلاور ہشیار
گھاٹ پر تیغ چلے گی تو قیامت ہوگی
چھن گئی نہر تو حاکم سے ندامت ہوگی

(۱۱۳)

روکنے شیر دلاور کو جو لشکر آیا
غیظ میں اور بنِ حیدرؑ صفدر آیا
بڑھ کے خود فوج پہ یہ شیر دلاور آیا
نعرہ کرتا ہوا مانندِ غضنفر آیا
آتے ہی شیر نے جو صف تھی جمی، برہم کی
زہرے آب آب ہوئے سن کے صدا ضیغم کی

(۱۱۴)

چل گئی فوج ستم سے لب ساحل تلوار
اب روانی میں ہے دریا کے مقابل تلوار
کاٹ کے خود کو سر میں ہوئی داخل تلوار
ہوگئی خون میں کفار کے شامل تلوار
ہوگیا لال وہ جو رنگ تھا گورا اس کا
کیوں نہ ہو غیرت زنار بھی ڈورا اس کا

(۱۱۵)

دہشت تیغ سے جو پاس تھے وہ دور ہوئے
پھل سے باغ تن زخمی میں بھی انگور ہوئے
پھول زخموں کے شگفتہ ہوئے مسرور ہوئے
زخم تلوار کے اک آن میں ناسور ہوئے
جنگ میں اپنے مقدر کو عدو روتے ہیں
زخم بھی تیغ کے ہاتھوں سے لہو روتے ہیں

(۱۱۶)

آگے اس کے نہ کبھی میان سے خنجر نکلا
منھ کی کھائی جو برابر کوئی خود سر نکلا
ڈوب کے آب میں اس کے نہ شناور نکلا
گھاٹ تلوار کا اس گھاٹ سے بہتر نکلا
ہوگی موجوں پہ عیاں سیف زبانی اس کی
دم میں بڑھنے کو ہے دریا سے روانی اس کی

(۱۱۷)

آرزو بھی ہے یہ تلوار، تمنا بھی ہے
دوستوں کی ہے محب، دشمن اعدا بھی ہے
آب بستہ بھی ہے بہتا ہوا دریا بھی ہے
اس کے قبضہ میں ترائی بھی ہے صحرا بھی ہے
جان لینے کے لئے پیک اجل بیٹھا ہے
بحروبر میں اسی عامل کا عمل بیٹھا ہے

(۱۱۸)

رنگ ہے سرخ وسفید اس کا کبھی گاہ کبود
چوب تازہ کی طرح کاٹتی ہے دم میں عمود
کس طرح وار نہ ردان کے ہوں جو ہیں مردود
سامنے اس کے نہیں فوج کی کچھ ہست و بود
چاہتا کون نہیں دہر میں بہبودی کو
پشۂ تیغ ہے بس لشکر نمرودی کو

(۱۱۹)

گھاؤ جس جسم پہ ہے وہ ہے نشانی اس کی
کہیں دریا سے زیادہ ہے روانی اس کی
موت کہتے ہیں جسے وہ ہے کہانی اس کی
کیا بھلی لگتی ہے پوشاک شہانی اس کی
کچھ نفاست سے نہیں کام ہے بیدادوں کو
خلعت سرخ ہی درکار ہے جلادوں کو

(۱۲۰)

سامنے اس کے جھکے رہتے ہیں سرِ خنجر کے
ٹکڑے ٹکڑے کیئے ڈھالوں کی طرح مغفر کے
درِ جوہر بھی ہوئے لال لہو میں بھر کے
پاک جھگڑے کیئے ایک آن میں جسم و سر کے
دم نکلنے میں صدائے گلو کی آئی
جب گل زخم کھلے بو بھی لہو کی آئی

(۱۲۱)

وار اس تیغ کا روکے تو بریدہ ہو سپر
ڈھال نے لاکھ بچایا نہ بچا پر مغفر
باڑھ سے اس کی لرزتے ہیں دلیروں کے جگر
جمع موجیں ہیں یہ کثرت سے نہیں ہیں جوہر
ایسے خونبار کا دھارا لب جو بہتا ہے
گھاٹ میں تیغ کے کشتوں کا لہو بہتا ہے

(۱۲۲)

خون پیتی ہے گلے مل کے نہ کیوں ہو خونخوار
ہے جو خمدار تو چلتی ہے یہ ٹیڑھی رفتار
ضرب آفت کی اگر ہے تو قیامت کا وار
خالی دینے پہ بھی جاتی نہیں خالی تلوار
کیا ہوا گر یہ تن و فرق و کمر پر نہ چلی
چل گئی سن سے ہوا پر جو سپر پر نہ چلی

(۱۲۳)

جب یہ چلتی ہے تو ملتی نہیں دشمن کو تھاہ
آنچ سے اہل جہنم کے ہوئے منھ بھی سیاہ
کاٹ دیتی ہے یہ ڈانڈوں کی طرح مد آہ
دھار پر اس کی ٹھہرتی نہیں مردم کی نگاہ
اک اشارہ ہی میں گینڈے کی سپر بھی کٹ جائے
باڑھ کو دیکھتے ہی تار نظر بھی کٹ جائے

(۱۲۴)

صلح بھاتی نہیں بھاتی ہے لڑائی اس کو
مشغلہ ہے جسد و سر کی جدائی اس کو
تند خوئی اسے آتی ہے رُکھائی اس کو
تیز دستی اسے کہتے ہیں صفائی اس کو
چشم جوہر سے دوچار ان کی نظر تک نہ ہوئی
یہ پھری آنکھوں میں مردم کو خبر تک نہ ہوئی

(۱۲۵)

تیغ باطن کبھی آئی کبھی ظاہر آئی
جب چلی یہ تو نظر فوج بھی تر بھر آئی
شکل آئینہ جب آئی متحیر آئی
میل سرمہ کی طرح آنکھ میں بھی پھر آئی
دیکھی مردم نے صفائی و روانی اس کی
لال ڈورے ہیں یہ آنکھوں میں نشانی اس کی

(۱۲۶)

ایک کو قتل کیا ایک کو غمناک کیا
مثل خم جو تھا کلاں بطن اسے چاک کیا
جب گری ڈھال پہ بجلی کی طرح خاک کیا
خون یوں چاٹ لیا زخم کا منہ پاک کیا
زہر کی کرتی ہے تاثیر مؤثر بھی ہے
آپ طاہر بھی ہے یہ اور مطہّر بھی ہے

(۱۲۷)

تخت سے ایک پری لشکر کیں میں اتری
صورت رنج و الم قلب حزیں میں اتری
بڑھ کے مغفر سے سر دشمن دیں میں اتری
جب چڑھی سر پہ تو دو ہاتھ زمیں میں اتری
جو پھکیت آئے چوٹیلا بھی انہی سب کو کیا
ایک ہی وار میں دو راکب و مرکب کو کیا

(۱۲۸)

آپ کی جنگ سے یاں بھی نہ تھما لشکر شر
لاکھ روکا کہیں رکتا تھا نہ یہ شیر مگر
ایک حملہ میں ہزاروں کے کٹے جسم سے سر
آبرو کھونے لگے بھاگ کے وہ بد گوہر
غرق ہوتے سپہ شام کا بیڑا دیکھا
فوج تر پھر ہوئی بہتا ہوا دریا دیکھا

(۱۲۹)

لڑتا بھڑتا ہوا دریا پہ اسد آپہنچا
گھاٹ پر تیغ چلی وہ کہ ہوا حشر بپا
لب ساحل سے فراری ہوا لشکر سارا
بڑھ کے دریا میں بہادر نے فرس ڈال دیا
چومنے دست و قدم موجۂ آب آتے ہیں
آنکھیں قدموں سے لگانے کو حباب آتے ہیں

(۱۳۰)

دھیان یہ ہے کہ تمنائے دلی برلائیں
پتلیاں اسپ کی آنکھوں پہ ہماری آئیں
ہم پہ شاید نظر لطف و کرم فرمائیں
پانی بچوں کے پلانے کو ہمیں لے جائیں
کیوں نہ پابوسیٔ عباسؑ کو دریا چڑھ آئے
اسی حسرت میں حبابوں کے (بھی) گھڑے بڑھ آئے

(۱۳۱)

مشک لے کے ہوئے جب داخل دریا وہ جناب
طالبِ نورِ بصارت ہوئی ہر چشم حباب
ہوگئیں پیاس سے عباسؑ کی، موجیں بیتاب
خجلت تشنہ لبی سے ہوا دریا آب آب
دوڑ کے تابہ رکاب آپ چڑھ آیا پانی
مشک بھرنے کو بصد شوق بڑھ آیا پانی

(۱۳۲)

تین دن سے جو انہیں تشنہ دہن پاتا تھا
سر کو ساحل سے بصد رنج وہ ٹکراتا تھا
اتنی دوری کا بھی عباسؑ کے غم کھاتا تھا
شوق سے دوڑ کے قدموں کی طرف آتا تھا
سچ ہے سقائے سکینہؑ سے خجل تھا پانی
منہ چھپانے کے لئے مشک میں آیا پانی

(۱۳۳)

ٹھہرے کچھ دیر جو ساحل پہ بنِ شیر خدا
موجیں دکھلانے لگیں بڑھ کے تماشا اپنا
پانی بھرنے کا علمدار نے جب قصد کیا
مشک نے رفعِ عطش کے لئے منہ کھول دیا
بار احساں سر مشکیزہ پہ دھرنے آیا
آپ زخم دہن مشک کو بھرنے آیا

(۱۳۴)

اب نہیں گھاٹ پہ کوئی سپہ اعدا سے
روکنے ایک بھی آیا نہ صف ہیجا سے
یاد آئے جو علمدار کو بچے پیاسے
مشک سقائے سکینہؑ نے بھری دریا سے
گردن اسپ سے بھی ہاتھ عناں کا لپٹا
پا کے پانی کی تری مشک سے تسمہ لپٹا

(۱۳۵)

مشک پانی سے بھری آپ نے آسانی سے
ہوکے سیراب یہ بالیدہ ہوئی پانی سے
صاف آئینہ ہوا آب بھی حیرانی سے
حاصل اب فوج کو کیا ہوگا پشیمانی سے
کامیاب اس میں یداللہ کا فرزند ہوا
دل بستہ کی طرح مشک کا منہ بند ہوا

(۱۳۶)

مطلب امید کا یہ تھا کہ پریشاں کیوں ہو
دیر سے یاد نہ کرتی ہو سکینہؑ تم کو
یاں مناسب نہیں دم بھر بھی توقف اب تو
لے کے مشکیزہ سوئے خیمۂ شبیرؑ چلو
آگ بھڑکی ہوئی سینہ کی بصد یاس بجھے
جس کے ہٹنے سے جگر جلتے ہیں وہ پیاس بجھے

(۱۳۷)

یاس کا تھا یہ مقولہ کہ تو کہتی کیا ہے
قصہ برعکس ہے دعویٰ یہ ترا بیجا ہے
ہوگا بیشک وہی تقدیر کا جو لکھا ہے
ہاں بپے آب یتیموں کو ابھی رونا ہے
مشک میں بھی نہیں رہنے کا پشیمانی سے
ہوں گے سیراب نہ اطفال ابھی پانی سے

(۱۳۸)

درگہِ حق میں علمدار یہ کرتے تھے دعا
یاالٰہی مری زحمت پہ نظر تو فرما
مشک یہ خیمۂ ناموسِ نبیؐ تک پہنچا
تھی جو تعجیل کیا قصد درِ دولت کا
آپ جس وقت جھکے مشک اٹھانے کے لئے
ہاتھ پھیلادئے آغوش میں آنے کے لئے

(۱۳۹)

موجیں کہتی تھیں قلق سے ہے پریشاں دریا
نارسائی کے سبب سے ہے پشیماں دریا
دیکھ کر تشنہ انہیں کیوں نہ ہو حیراں دریا
ہوگیا ان کے لئے چشمۂ حیواں دریا
دفعتہً یہ بھی گھٹا غم سے سمندر کی طرح
پیاسے ہی بحر سے پلٹے یہ سکندر کی طرح

(۱۴۰)

مشک کو لیکے چلے جانب خیمہ عباسؑ
کبھی امید پہنچنے کی انہیں تھی کبھی یاس
دل تڑپتا تھا جو یاد آتی تھی بچوں کی پیاس
شور اٹھا فوج شقی میں یہ بصد خوف و ہراس
غم ہزیمت کا دلیروں کو دیئے جاتا ہے
اپنے بیشہ میں اسد صید لئے جاتا ہے

(۱۴۱)

پسر سعد ستمگر سے جری نے یہ کہا
جو ارادہ تھا مرا دیکھ وہی میں نے کیا
گھاٹ روکے ہوئے جنگی جو رسالہ تھا کھڑا
میری تلوار کے منہ پر نہ کوئی پھر ٹھہرا
اسد حق کے ہیں کیا شیر جری دیکھ لیا
چھین کر نہر کو یوں مشک بھری دیکھ لیا

(۱۴۲)

عمر سعد نے فوجوں کو صدا پھر یہ دی
پسر شیر الٰہی کی شجاعت دیکھی
تاخیامِ شہ دیں جانے نہ پائے یہ جری
چھین لے مشک بہادر نہیں ایسا کوئی
چار لشکر کی حدیں جو ہیں وہ چاروں روکیں
ایک دوسے نہیں رکتا تو ہزاروں روکیں

(۱۴۳)

کی جو تاکید رسالوں کو ہر اک افسر نے
گھاٹ پر گھیرلیا آپ کو کل لشکر نے
میان سے کھینچ لی پھر تیغ بنِ حیدرؑ نے
پھر صفیں زیروزبر فوج کی کیں صفدر نے
لوگ حیرت سے یہ کہتے ہیں بہم لشکر میں
ہیں یہ عباسؑ کہ لڑتے ہیں علیؑ خیبر میں

(۱۴۴)

حملہ ور مثل پدر تھا خلف شاہؑ نجف
صورت شیر جھپٹتے تھے جو یہ تیغ بکف
منہ کے بل گرتی تھی گھبرا کے ہراک صف پر صف
بڑھتے جاتے تھے یہ لڑتے ہوئے خیمہ کی طرف
دھیان یہ تھا کہ ہے مجبور بشر قسمت سے
جدوکد یہ تھی پہنچ جاؤں کسی صورت سے

(۱۴۵)

گھاٹ پر بھی وہ چلی تیغِ بنِ شیر خدا
یاں بھی فوجوں میں ہوا غدر اسی طرح بپا
تھا کمیں گاہ میں اک بانیٔ بیداد کھڑا
مشک جس میں تھی اسی ہاتھ پہ اک وار کیا
رنگ رخ زرد ہوا خون جگر کھانے سے
تیغ آکر جو پڑی ہاتھ کٹا شانے سے

(۱۴۶)

آپ نے مشک دھری دوش یمیں پر جلدی
حیف صد حیف کہ اس ہاتھ پہ بھی تیغ چلی
مشک پھر آپ نے دندان منور میں لی
تیر باراں ہوئے فوجوں میں مصیبت یہ ہوئی
ناوک ظلم پیاپے ادھر آتے ہی رہے
یہ مگر مشک کو سینہ سے بچاتے ہی رہے

(۱۴۷)

جور پر جور ہوئے اور جفاؤں پہ جفا
مینھ برستا تھا جو ہر ایک طرف تیروں کا
ناگہاں تیر کے باراں سے عجب قہر ہوا
بیچ مشکیزہ پہ اک ناوک بیداد پڑا
باز آئے نہ ستم گر حسدورشک سے بھی
پانی رسنے لگا ناسورِ دلِ مشک سے بھی

(۱۴۸)

ہاتھ کٹ جانے سے کیا کیا نہ ہوئے آپ بہ تنگ
غم یہ ہے اب رہ خالق میں کروں کیوں کر جنگ
ناوک ظلم نے سب دل سے مٹادی وہ امنگ
مشک کو توڑ کے سینہ سے ہوا پار خدنگ
نیم بسمل تھا جگر بھی دل بیتاب کے ساتھ
خون سقائے سکینہؑ بھی بہا آب کے ساتھ

(۱۴۹)

ہرطرح کیوں نہ ہو مجبور بن شاہؑ نجف
آگئی وہ بھی قریں دور جو بھاگی تھی صف
تکتے تھے یاس سے یہ خیمہ سرورؑ کی طرف
مشک کے ساتھ ہوا سینۂ انور بھی ہدف
آرزو قلب بن سعد عدو کی نکلی
ایک پانی کی تو اک دھار لہو کی نکلی

(۱۵۰)

ہاتھ کٹنے سے یہ پہلے ہی بہت تھے، بے حال
ساتھ پانی کے بہا خوں تو ہوئے اورنڈھال
اپنی زوجہ کا نہ بچوں کا انہیں کچھ ہے ملال
ہے بصد رنج مگر قلب حزیں میں یہ خیال
مشک لے جانے کی ناموس میں حسرت ہی رہی
ہائے افسوس سکینہؑ سے خجالت ہی رہی

(۱۵۱)

سوچتے تھے یہ ابھی آپ بصد درد و فغاں
ناگہاں گرز لئے آ گیا اک دشمن جاں
سامنے آ کے وہ کرنے لگا یہ ان سے بیاں
آپ کے سر پہ لگاتا ہوں میں یہ گرز گراں
صاحب دبدبۂ رعب وتہور سمجھوں
وار اس گرز کا روکو تو بہادر سمجھوں

(۱۵۲)

اس شقی سے یہ علمدار دلاور نے کہا
او ستمگر تجھے آتی نہیں کچھ شرم وحیا
دیکھنے ہی کی یہ آنکھیں ہیں پہ ہیں نابینا
ہاتھ رکھتا ہی نہیں روکوں میں کیا وارترا
پاکے بے دست مجھے جور و جفا کو آیا
جب مرے ہاتھ تھے اس دم نہ وغا کو آیا

(۱۵۳)

آپ کے کہنے پہ آیا نہ ذرا رحم مگر
گرز ہاتھوں میں اٹھا کر وہ بڑھا بدگوہر
بولا میرے تو ہیں یہ ہاتھ نہیں آپ کے گر
کہہ کے یہ زور سے وہ گرز لگایا سر پر
بے مدد گار و برادر شہؑ جمہور ہوا
گرز سر پر جو پڑا کاسۂ سر چور ہوا

(۱۵۴)

ڈگمگا کر گرے گھوڑے سے جناب عباسؑ
دی صدا سید والا کو یہ باحسرت و یاس
آیئے جلد کہ اب موت مری آ گئی پاس
بے زیارت کے نہ مرجاؤں کہیں ہے یہ ہراس
تن سے جاں بر قدم سید اکرم نکلے
دیکھ لوں ایک نظر آپ کو پھر دم نکلے

(۱۵۵)

جب سنی سید والا نے یہ بھائی کی صدا
رو کے ہمشکل نبیؐ سے یہ کہا قہر ہوا
حیف صد حیف بڑے ظلم وستم سے مارا
غم میں بھائی کے کمر ٹوٹ گئی اے بیٹا
اشک خوں روتے ہیں وہ بھی مری تنہائی کو
تھام لو ہاتھ تو رونے میں چلوں بھائی کو

(۱۵۶)

لے چلے تھام کے بازوئے پدر کو اکبرؑ
آپ کہتے ہوئے جاتے تھے یہ بادیدۂ تر
ساتھ مجھ کو نہ لیا اے اسد حق کے پسر
تم نے تنہا ہی کیا گلشن جنت کا سفر
تیشۂ غم سے ضعیفی میں کمر توڑ چلے
لاکھوں اعدا میں اکیلا ہی مجھے چھوڑ چلے

(۱۵۷)

باپ کو لاشۂ عمو پہ جو دلبر لایا
حالت نزع میں عباسؑ جری کو پایا
حسرت ویاس سے شبیرؑ نے یہ فرمایا
آپ نے یاد کیا تھا تو یہ بیکس آیا
کیسی غفلت ہے ذرا آنکھ تو کھولو بھائی
ہم بھی مشتاق کلام آئے ہیں بولو بھائی

(۱۵۸)

سن کے بھائی کی صدا ہوش میں آئے عباس
دیکھ کر آپ کو بولے یہ بصد حسرت و یاس
داغ یہ ہے نہ بجھی میری سکینہؑ کی پیاس
سن کے یہ حال نہ مرجائے کہیں وہ بے آس
ٹالئے گا کہ نہ منہ اشکوں سے دھونے پائے
میرے مرنے کی خبر اس کو نہ ہونے پائے

(۱۵۹)

عرض اک اور ہے یہ آپ سے یا شاہؑ ہدا
گھر میں لے جایئے گا لاش نہ میری مولا
شہ بصد یاس یہ کہنے لگے با آہ و بکا
منع کیوں کرتے ہو اس بات کا کیا ہے منشا
ایسی باتوں سے زیادہ نہ رلاؤ مجھ کو
یوں نہ مانوں گا سبب اس کا بتاؤ مجھ کو

(۱۶۰)

بولے عباسؑ سکینہؑ سے یہ خجلت ہے مجھے
وعدۂ آب نہ ایفا ہوا غیرت ہے مجھے
صدمہ موت سے بڑھ کر یہ مصیبت ہے مجھے
لے گیا آب نہ اس تک یہ ندامت ہے مجھے
مر کے بھی گھر میں نہ یہ موردِ غم جائے گا
مشکِ بے آب کے ہمراہ علم جائے گا

(۱۶۱)

تھیں یہ باتیں کہ ہوئے موت کے آثار عیاں
دفعتہً ہوگئے خاموش ہوئی بند زباں
مرتے دم بھی تھی نظر سوئے رخ شاہؑ زماں
ہچکی آتے ہی سدھارے طرفِ باغِ جناں
حوریں جنت میں انہیں دیکھ کے خورسند ہوئیں
نگراں جو ابھی آنکھیں تھیں وہی بند ہوئیں

(۱۶۲)

رو کے شبیرؑ نے ہم شکل نبیؐ سے یہ کہا
ہائے عباسِ علمدار سدھارے بیٹا
جز تمہارے کوئی باقی نہیں ناصر میرا
باوفا ایسا کسی کو نہ ملے گا نہ ملا
کام آتے رہے ہر ایک مصیبت میں مری
کس دلیری سے فدا جان کی، الفت میں مری

(۱۶۳)

اب وصیت بھی برادر کی بجالائیں ہم
لے چلو خیمہ میں مشکیزہ و رایت کو بہم
مشک بے آب کو دیکھے گی سکینہؑ جس دم
مثل ماہی کے تڑپ جائے گی بادرد و الم
اک ذرا بھی نہ بجھی تشنہ دہانی افسوس
مشک میں نام کو باقی نہیں پانی افسوس

(۱۶۴)

لے چلے خیمہ میں ہم شکل نبیؐ مشک وعلم
روتے جاتے تھے عجب درد سے سلطان امم
در پہ استادہ تھی فضہ جو بصد صدمۂ وغم
دی خبر جاکے یہ ناموس نبیؐ کو اس دم
مرگ عباسؑ دلاور کی خبر آتی ہے
مشک رایت میں بندھی خشک نظر آتی ہے

(۱۶۵)

آپ آتے ہیں کمر تھامے بصد رنج وتعب
لاش لائے نہ برادر کی شہنشاہ عرب
چھوڑ آئے ہیں لب نہر کوئی تو ہے سبب
ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہر بند مگر ہائے غضب
بے علمدار نشاں وائے ستم آتا ہے
اٹھیں ماتم کے لئے سب، کہ علم آتا ہے

(۱۶۶)

لائے روتے ہوئے ہمشکل نبیؐ گھر میں علم
نالے کرتے تھے بصد یاس شہنشاہؑ امم
صحن میں نصب میں کیا لاکے نشاں کو جس دم
سینہ و سر کو لگے پیٹنے سب اہل حرم
ہوش باقی تھا نہ رونے سے کسی مضطر میں
ایک کہرام قیامت کا بپا تھا گھر میں

(۱۶۷)

کہتی تھی بالی سکینہؑ مرے عمو ہیں کہاں
لائے پانی بھی نہ دریا سے نہ خود آئے یہاں
گھر میں لائے ہیں علم روتے ہوئے بھائی جاں
چھد گیا تیروں سے مشکیزہ یہ ہوتا ہے عیاں
ہے مگر مشک و علم ان کی نشانی کے لئے
جان افسوس چچا کی گئی پانی کے لئے

(۱۶۸)

پیٹے سب اہل حرم سن کے سکینہؑ کا بیاں
رو کے بیٹی سے یہ کہنے لگے سلطان زماں
قتل پیاسے لب دریا ہوئے عباسؑ جواں
دے لیں پرسا مرے بھائی کو حرم آ کے یہاں
ظاہر آثار کرو آہ و بکا کے اپنے
تم بھی پرسا دو یتیموں کو چچا کے اپنے

(۱۶۹)

بیبیاں زوجہ عباسؑ کو لائیں جس دم
دونوں ہاتھوں سے لگے پیٹنے سینوں کو حرم
نیچے رایت کے ہوا حشر کا برپا ماتم
بیوہ عباسؑ کی غش کھا کے گری زیر علم
دیکھا غفلت میں جو ایک ایک نے آ کر اس کو
بیبیاں لے گئیں خیمہ میں اٹھا کر اس کو

(۱۷۰)

روک لے اشہب خامہ کی عناں اے فاخرؔ
اب نہ کر حالت بیوہ کا بیاں اے فاخرؔ
کر چکا رنگ طبیعت بھی عیاں اے فاخرؔ
بند آخر یہ ہے کر بند زباں اے فاخرؔ
در مضموں کو بہ میزان سخن تولوں گا
مرثیہ پھر جو کہوں گا تو زباں کھولوں گا

مدحِ علیِ رضا علیہ السلام

ہر طرف ہے روشنی کی بات اب
بن گئی ہے زندگی کی بات اب
آٹھواں ہادیؑ جہاں میں آگیا
بڑھ گئی عشق علیؑ کی بات اب
ہر جگہ شیریں بیانی کا ہے شور
کیسے سن لے کوئی پھیکی بات اب
کب خبر دی تھی نبیؐ نے آج کی
ہو گئی پوری کبھی کی بات اب
جس گلی سے زندگی تقسیم ہو
کیجئے ایسی گلی کی بات اب
صرفِ مدحت پھر ندیؔ الہندی ہوئی
کر رہی ہے اپنے جی کی بات اب

☆☆☆

کون آیا یہ کیوں خوشی ہے بہت
کیوں مدینے میں روشنی ہے بہت
اک علیؑ آگیا علیؑ کے گھر
یہ خبر عام ہوگئی ہے بہت
دیکھ کر خانۂ علیؑ میں خوشی
کعبۃ اللہ کو خوشی ہے بہت
چاند کاظمؑ کے گھر میں اترا ہے
اس لئے آج چاندنی ہے بہت
بے عمل کو گھڑی کی قدر نہیں
باعمل کو گھڑی گھڑی ہے بہت
اس جہاں میں خدارسی کے لئے
سچ یہی ہے کہ خودرسی ہے بہت
چلئے چلئے رضاؑ کی چوکھٹ پر
علم و عرفاں کی تشنگی ہے بہت
ان کا احسان کل بھی تھا بے حد
ان کا احسان آج بھی ہے بہت
ہم کو جنت کی فکر کچھ بھی نہیں
ہم کو مولا تری گلی ہے بہت
بلبلِ گلشن مناقب ہوں
مجھ کو بس گلشنِ علیؑ ہے بہت
وقت کی قدر جان لو جو ندیؔ
چار دن کی یہ زندگی ہے بہت